ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.2(2023)
(July to September)

مقصود جعفری کی کالم نگاری کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Maqsood Jafri's Columnism

اقصیٰ ارشد
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر صدف نقوی
صدرِ شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی، فیصل آباد

Aqsa Arshad
Ph-D Scholar, Department of Urdu, GC Women University, Faisalabad
Dr. Sadaf Naqvi (Corresponding Author)
Head of Urdu Department, GC Women University, Faisalabad

Abstract:
Maqsood Jafari is a versatile poet, a great teacher, a philosopher, a thinker and an intellectual. Due to his beauty, delicacy and fragrance, he is prominent in column writing. He is one of the most popular columnists in Urdu and English. His writings are unique in terms of style and rich in thought absorption. He keeps a close eye on religion, politics and society. He has neither uniformity of topics nor traditionalism. He is a poet having unique styles. Maqsood Jafari has a unique place in literature as a person who lights the candle of his part, is optimistic, predicts the future with positive thoughts and hopes, represents feelings like love, compassion and equality. His columns have a very prominent status which is the cause of growth in Urdu literature.
Keywords: Maqsood Jafari, Versatile Poet, Delicacy and Fragrance, Columnists, Urdu literature

کالم نگاری ایک ہر دل عزیز اور بے حد موثر صنف نثر ہے۔ اسے ایک ادبی صنف ہی سمجھا جاتا ہے مگر چوں کہ اسے صرف اخبار ورسائل کے لیے لکھا جاتا ہے۔ اس لیے اسے علم صحافت سے الگ کرنا ممکن نہیں یہی وجہ ہے کہ کالم نگاری کو دنیائے ادب و صحافت اپنی اپنی میراث سمجھتی ہیں۔ مصنفین کی تحریروں کے چھپنے کا عمل اخبارات ورسائل سے ہوا اخبارات اور رسائل کے چھپنے کی تاریخ کئی صدیوں پر محیط ہے۔ جس میں بڑے بڑے لوگوں نے اپنی شہرت کا لوہا منوایا جن میں ایک نام مقصود جعفری کا بھی ہے۔ وہ ایک ہمہ جہت شخصیت ہیں شاعری، کالم نگاری کے علاوہ وہ ایک عظیم مفکر اور دانشور بھی ہیں۔ وہ اُردو اور انگریزی ادب کے کامیاب کالم نگار ہیں۔ ان کے کالم موقر روزناموں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ آج کل روزنامہ "نوائے وقت" میں حکمت و حکومت کے عنوان سے شائع ہو رہے ہیں ان کی علمی، ادبی، معاشرتی، مذہبی، سماجی اور سیاسی موضوعات پر گہری نظر ہے۔ جس کا اظہار وہ اپنے کالموں میں برملا کرتے رہتے ہیں۔ مقصود جعفری کے کالم ایک سے زیادہ موضوعات پر ہوتے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ وہ کالموں میں زبان و بیان

کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ جو انھیں دوسرے کالم نگاروں سے ممتاز کرتی ہے، وہ انقلابی فکر کے حامل ہیں۔ ان کے اُردو اور انگریزی کالموں کے مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ اُردو میں "چراغ افکار" انگریزی میں "The Message of Iqbal", The "Gleams of Wisdom", "Moderate Meditations" اور "Kashmir Under Siege" میں بھی مختلف موضوعات پر کالمز ہیں۔ "Moderate Meditations" ان کے کالموں، تقریروں اور مضامین پر مشتمل ہے۔ جو امریکہ کی مختلف یونیورسٹیوں اور امریکی اخبارات میں شائع ہوئے۔ اس کتاب میں ۹۱ کالم اور مضامین ہیں جو ادبی، علمی، سیاسی، مذہبی اور عالمی موضوعات پر ہیں۔

"The Gleams of Wisdom" انگریزی کالموں اور مضامین پر مشتمل کتاب ہے۔ اس میں ۴۶ مضامین ہیں اکثر مضامین انگریزی اخبارات اور رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں۔ کتاب میں مشرقی اور مغربی دانشوروں اور شاعروں پر مضامین ہیں۔

"Kashmir Under Siege" اس کتاب میں کشمیر پر ۳۱ موضوعات پر مضامین اور کالمز ہیں۔

آپ کی کتاب "The Message of Iqbal" کے مضامین "The Patriot" میں قسط وار شائع ہوتے رہے ہیں جنھیں اقبال اکیڈمی لاہور نے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ یہ مضامین اقبال کے افکار پر نہایت فکر انگیز اور علمی کالم ہیں۔ "چراغ افکار" ۱۰۱ مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں ادبی، سیاسی، معاشرتی، مذہبی موضوعات کے علاوہ نامور شخصیات پر بھی مضامین ہیں "چراغ افکار" اخباری کالموں پر مشتمل ہے۔ اس کے عنوانات چونکا دینے والے ہیں اور ان میں استعمال کی گئی اصلاحات ہی انسانی فکر کے جمود کو توڑنے کے لیے کافی ہیں۔ مثلاً ماڈرن صوفی ازم، حسینیت اور یزیدیت دو استعارے مذہبی جنون اور روشن فکری، عقائد کی جنگ روشن خیالی اور قدامت پسندی، مردہ قوموں کی علامات احمد فراز کی باتیں، قرآن خوانی اور قرآن فہمی، ملوکیت اور ملائیت گلا دستہ دین و دانش، غلامی ایک لعنت، پاکستانی سیاست دانوں کے تین کعبے، پاکستان کو بچاؤ جیسے عنوانات پڑھ کر ان پر اقبال کے یہ اشعار صادق آتے ہیں:

جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
خودی میں ڈُوبنے والوں کے عزم و ہمت نے
اس آبجو سے کیے بحر بیکراں پیدا(۱)

آپ کی کتاب "چراغِ افکار" کے بارے میں اکرم سہیل سیکرٹری حکومت آزاد کشمیر لکھتے ہیں:

> "آپ کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ڈاکٹر مقصود جعفری کوئی واعظ خشک ہیں یا کوئی لیبر لیڈر ان کے اندر ایک حساس دل بھی دھڑکتا ہے اور ان کے اس پہلو سے وہ حضرات ضرور آگاہ ہوں گے جنھوں نے ان کی شاعری پڑھی ہو گی اس کتاب میں بھی اس صنف کا خوب استعمال کیا ہے۔"(۲)

آپ کی کتاب "چراغِ افکار" میں مختلف موضوعات کو جس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اس کے بارے میں مختلف لوگوں نے اپنی آراء سے نوازا ہے۔ سابق وفاقی وزیر سینیٹر سلیم سیف اللہ خان لکھتے ہیں:

"اندازِ بیان شستہ و شگفتہ ہے یہ کتاب اُردو ادب کا یادگار سرمایہ و اثاثہ ہے میری نظر میں ابوالکلام آزاد کی کتاب "غبارِ خاطر" کے بعد یہ دوسری کتاب ہے جس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔"(۳)

کالم کی اقسام

اخبار معاشرے کے ہر فرد کا غماز ہے اس میں معاشرتی، مذہبی، سیاسی اور معاشی زندگی کے ساتھ ساتھ کسی بھی معاشرے کی کہنہ روایات و رسومات اور جدید و مابعد جدید رسم و رواج کے بارے میں معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔ اب تو اخبار میں انسانی نفسیات اور مشاہدات کے ساتھ ساتھ تجربات بھی درآئے ہیں۔ علم و ادب اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ہر خبر کو شایع کیا جاتا ہے۔ زمین اور اس کے چاند کی ساکھ کے ساتھ ساتھ خلاؤں اور آسمانوں کے بہت سے مخفی راز بھی خبروں ہی کے ذریعے افشاء ہو رہے ہیں۔

خبروں کی طرح کالم بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں کالم میں زندگی کے ہر پہلو پر اظہارِ خیال کیا جاسکتا ہے کالموں کے ذریعے انسان دوستی کے ساتھ ساتھ انسانیت کی بھلائی بھی ہو رہی ہے بلکہ انسان دشمن عناصر بھی عیاں ہو رہے ہیں۔ کالم میں زندگی کے ہر شعبے پر نا صرف مفصل گفتگو کی جاسکتی ہے بلکہ زندگی کے ہر شعبے کو واضح بھی کیا جاسکتا ہے۔ مقصود جعفری کی کالم نگاری کی درج ذیل اقسام کا مطالعہ مقصود ہے۔

۱۔ سیاسی کالم
۲۔ معاشرتی کالم
۳۔ مذہبی کالم
۴۔ ادبی کالم

(۱) سیاسی کالم

سیاسی کالموں میں سیاست اور اس کے محاسن و فضائل پر بات چیت کی جاتی ہے۔ سیاست پر تجزیے ہوتے ہیں کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی پر گفت و شنید کی جاتی ہے۔ سیاسی جماعتوں کے منشور اور سیاسی رہنماؤں کے اقوال و احکامات پرکھے جاتے ہیں۔ مختلف منصوبوں کے کار آمد یا ناکام ہونے کے حوالے سے بھی باتیں ان کالموں کا حصہ ہیں۔ اس قسم کے کالم فکر و خیال سے گندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ ارشاد احمد حکانی کی "حرفِ تمنا" عبداللہ ملک کا "میرا کالم" اظہر سہیل کا "حرف مکرر" حامد میر کا "تیر کمان" سیاسی کالموں کے دائرے میں آتے ہیں مرحوم کوثر نیازی کا "مشاہدات و تاثرات" ایس ایم ظفر کا "تذکرے اور جائزے" اور الطاف حسین کا "حکایت خونچکاں" بھی سیاسی تجزیاتی کالم ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے کالم نگار اپنے سیاسی کالم لکھ رہے ہیں۔ جن میں ایک بڑا نام "مقصود حسین جعفری" کا بھی ہے۔ ان کے اُردو کالموں کے مجموعہ "چراغ افکار" کے بارے میں سینیٹر اکرم ذکی سابق سیکرٹری جنرل وزارت خارجہ حکومت پاکستان لکھتے ہیں:

"میں نے اس کتاب کا بغور مطالعہ کیا تو یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ مصنف صاحب دردو دانش شخصیت ہیں جو امن و آزادی، مساوات و جمہوریت اور انسانیت و انصاف کے داعی ہیں۔ ان کے افکار کی پختگی ان کے ثقہ و دانشور ہونے کی دلیل ہے کتاب دین و دانش کا گلدستہ ہے۔"(۴)

کالم نگار مقصود جعفری شاعر انسانیت ہیں آپ کے ہاں دردمندی سی دردمندی ہے۔ انقلابی فکر کے حامل ہیں۔ وہ جمالیات کے شاعر ہیں۔ ان کے ہاں رومانویت ہے۔ وہ میر و غالب کے پیروکار ہیں ان کے ہاں کلاسیکیت ہے۔ وہ اقبال شناس ہیں۔ ان میں معرفت سی معرفت قومیت سی قومیت اور جرأت سی جرأت ہے۔ وہ سیاسیات، ادبیات، سماجیات اور لسانیت کے ضمیر میں گندھی فکر کو منشور و منظوم کرنے کے باوصف شاعر و ادیب کے علاوہ فلسفی کہلائے ہیں۔ انھوں نے اپنے کالمز میں سیاسی موضوعات پر لکھا آپ کشمیریوں پر ہونے والے ظلم کی مذمت کرتے نظر آتے ہیں کہ کشمیر کے حسن کو بد نظروں کی بد نظری کھا گئی شہنشاہ ہند اکبر نے کشمیر کے حکمران یوسف چک کو مذاکرات کے لیے ہند بلایا اور فریب کاری سے اسے نذرِ زنداں تادمِ مرگ کیا۔ افغانیوں، سکھوں اور ہندو ڈوگروں نے یہاں حکومت کی اور کشمیریوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی۔ اکرم سہیل سیکرٹری حکومت آزاد کشمیر ''ظالم اور مظلوم دو طبقے'' کے عنوان سے کالم کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''مذہب ایک ضابطۂ حیات اور نظامِ زندگی کا نام ہے جو انسان کی فلاح و بہبود کے لیے آیا ہے۔ دنیا میں صرف دو طبقے ہیں ایک ظالم اور دوسرا مظلوم۔ ظالم اگر مسلمان ہے تو وہ کافر و زندیق ہے اگر عادل ایک کافر ہے تو وہ لائق احترام انسان ہے جیسا کہ حبشہ کا حکمران نجاشی اور حاتم طائی، مشہور فرانسیسی مفکر ژاں پال سارتر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ظلم کو برداشت کرنا اور تقدیر کے نام پر جبر و استبداد کے خلاف جنگ نہ کرنا مولویوں، پادریوں کی بادشاہوں اور ظالموں سے ملی بھگت کا نتیجہ ہے لہٰذا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ آزادی اور ترقی کے لیے جنگ کرے۔''(۵)

مقصود جعفری ممتاز شاعر و مدبر، مفکر و دانشور، انسانی حقوق کے علم بردار، شعور و آگہی کے مینار اور جہان بصیرت و فراست کے مردِ ذی وقار ہیں۔ آپ کے کالموں کے مجموعے سیاسیات، کشمیریات، مذہبیات اور ادبیات کا شہکار ہیں۔ آپ انسان دوست، روشن فکر، مساوات انسانی کی آواز اور کارروانِ آزادی کے ہمدم و دمساز ہیں آپ بلاخوف و خطر اپنے جذبات، احساسات اور خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال:

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق(۶)

تصانیف جعفری آپ کے فرمودات، بیانات اور نظریات پر مبنی شہکارِ دانش و بینش ہیں۔ یہ خزینۂ حقائق زندگی ہیں۔ ان میں قومی واقعات، عالمی سیاسیات، سیاسی حالات، ملی سانحات، مذہبی مناقشات اور نوکر شاہی کی مراعات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ حکمرانوں کی عیاشیوں کو عیاں اور سیاست دانوں کی ضمیر فروشیاں بیان کی گئی ہیں۔ آمریت خطائیت اور ملائیت و فرقہ بازی پر ضرب کاری لگائی گئی ہے یہ وحدت انسانیت کا پرچار عدل و انصاف کی پکار ہے۔ فرعونوں، حامانوں اور نمردوں کے لیے للکار ہے ان کے مجموعے ان کے ایقان و ایمان، عرفان و وجدان کے موتی ہیں۔ حکیمانہ اور فلسفیانہ انداز میں انسانی تجربات و مشاہدات پر خامہ فرسائی ہے۔ آپ جمہوریت، انسانی حقوق اور روشن فکری کے عظیم پرچارک ہیں۔ ان کے مجموعے دنیائے علم و عرفان میں حکمت و حکومت کے اسرار و رموز پر فلسفیانہ انداز میں تبصرہ ہیں۔ اس بات کی وضاحت مقصود جعفری اپنے کالم ''سیاست دان اور رواداری'' میں کرتے ہیں:

"اسلامی، مغربی اور اشتراکی سیاسی مفکرین کا اس ایک بات پر اجتماع فکر ہے کہ سیاست کی بنیاد عدل و انصاف ہے۔ اگر سیاست میں خباثت شامل ہو جائے تو یہ شیطانیت ہے۔ مسلمان مفکر ابن قیم لکھتے ہیں۔ جہاں انصاف کی حکومت ہو وہاں خدا کے قانون کی حکومت ہوتی ہے" مسلمانوں میں جب سے ملوکیت رواج پذیر ہوئی۔ مسلمان فتنہ و فساد اور کشت و کشتار کی نظر ہو گے۔"(۷)

عہد حاضر کے شاعروں میں مقصود جعفری ہی شاعر ہفت زبان کے طور پر ویکٹری اسٹینڈ پر کھڑے نظر آتے ہیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ وہ اقبال ثانی ہیں۔ ان کے کلام میں لطافت و نزاکت کے ساتھ ساتھ ایک اخلاقی قومی اور انسانی پیغام ملتا ہے۔ ان کے کالموں میں حب الوطنی کے جذبات شدت سے پائے جاتے ہیں۔ وطن کی مٹی کو سرمۂ چشم عقیدت گردانتے ہیں ان کی انگریزی تصنیف، سانحہ کشمیر، "The plight of Kashmir" ان کی کشمیر سے وابستگی اور نظریہ پاکستان سے وابستگی کی عمدہ مثال ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تصانیف بھی اسی وارفتگی کی آئینہ دار ہیں۔ یہ تصانیف دشمن کے لیے للکار ہیں آپ ملکی سیاست کو عبادت سمجھتے ہیں اور اُس سیاست سے بیزار ہیں۔ جو عبادت و خدمت نہیں بلکہ حصولِ حکومت و دولت کا زینہ ہے۔ آپ بے ضمیر ملت فروش اور فریب کاروں سے نالاں ہیں، بقول علامہ اقبال:

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میر کارواں کے لیے(۸)

مقصود جعفری کی تصنیف "The Plight of Kashmir" کشمیر کے مسئلہ پر ایک بھرپور کتاب ہے۔ اس میں کشمیریوں پر بھارتی مظالم اور بھارت کے اقوامِ متحدہ کی قرار دادوں سے انحراف پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ انگریزی زبان میں یہ ایک مستند کتاب ہے۔ جو کشمیر کے الحاق پاکستان پر مدلل تصنیف ہے۔ آپ کے بارے میں سابق وفاقی وزیر سینیٹر سلیم سیف اللہ خان لکھتے ہیں:

"مقصود جعفری سرزمین کشمیر کے والیٹر ہیں یہ سینے میں شاعر کا دل اور سر میں فلسفی کا دماغ رکھتے ہیں۔"(۹)

بعض سفاک اور ظالم انسانوں نے جاگیر داری اور شاہی کے لبادے میں انسانوں کو غلام بنا کر رکھا ہے فراعین مصر نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا تھا۔ گویا وہ ان کے لیے اس وقت کے "امیگرنٹس" تھے۔ اسرائیلی دراصل حضرت یعقوب سے منسوب ہے قرآنِ مجید میں بھی سورۃ اسرائیل اسی نسبت سے مذکور ہے۔ توریت میں بار بار اس بات کا اعادہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ساری تحریک غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کی تحریک تھی۔ نہ اسلام آزاد ہے اور نہ ہی مسلمان آزاد ہیں خلیجی عرب ریاستوں میں بے ضمیر اور بد دماغ مسلمان شیوخ معصوم بچوں کو اغوا کر کے اپنے شاہانہ مزاج کی تسکین کرتے ہیں بچوں کی تجارت ہوتی ہے۔ یہ نظریاتی، ثقافتی، معاشی اور سیاسی غلامی ہے۔ امریکہ اور یورپ میں سیاسی آزادیاں ہیں ہر شخص روٹی، مکان، کپڑے، تعلیم اور صحت کے لیے بڑی بڑی کمپنیوں کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ چند سرمایہ داروں اور اجارہ داروں نے ان ممالک کے عوام کو غلام بنا دیا ہے روس اور چین نے معاشی مساوات کا اعلان کیا لیکن سیاسی جبر نے عوام کو حکومت کا غلام بنا دیا ہے۔ مقصود جعفری "چراغِ افکار" کے کالم "غلامی ایک لعنت ہے" میں لکھتے ہیں:

"مسلمان ممالک میں نہ سیاسی آزادی ہے اور نہ ہی معاشی مساوات یہ بے چارے اور بدبخت صرف مسلکی مذہبی اور فقہی اختلافات میں الجھے ہوتے ہیں بادشاہت فوجی حکمران، سرداروں اور جاگیرداروں نے ان کو مستقل غلام بنا رکھا ہے اسلامی فلاحی ریاست ہی اصل میں آزاد ریاست ہو گی غلامی کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کی بنیادی ضرورتوں روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور صحت کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر ہو۔ سیاسی آزادی اور جمہوریت ہو۔ قبیلہ پرستی فرقہ واریت اور لسانی تعصبات کا خاتمہ کر کے پُرامن اور باانصاف ریاست ہی آزادی کی نقیب اور غلامی کی رقیب ہو سکتی ہے۔"(۱۰)

برصغیر ایک ایسا خوبصورت خطہ ارضی ہے کہ جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔ یہاں سمندر بھی ہیں صحرا بھی۔ ہموار سبزہ زار بھی اور سربفلک کوہسار بھی ہیں۔ دنیا کا ہر پھل اور ہر فصل اس رشکِ جنت سرزمین پر موجود ہے۔ کئی مذاہب اور کئی نسلیں آباد ہیں کئی تہذیبیں اور کئی زبانیں گلدستہ ثقافت کو سجائے ہوئے ہیں۔ دنیا کا کوئی ملک بھی برصغیر کے موسموں رنگوں اور فطرت کے عطا کردہ آہنگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مقصود جعفری نے اپنے کالموں میں تحریک پاکستان کے بنیادی مقصد اور ایک جمہوری اسلامی فلاحی ریاست کے قیام پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ پاکستان کے قیام کا سبب عدل و انصاف اور مساوات و جمہوریت کو قرار دیتے ہیں لیکن پاکستان میں نہ امن ہے اور نہ انصاف ہے عدالتیں بکتی ہیں انصاف بکتا ہے ہر ادارہ رشوت کی لوٹ کھسوٹ کی زد میں ہے اسلام کے نام پر مسجدوں میں فرقہ واریت اور دہشت گردی پھیلائی جا رہی ہے۔ فقہی مسلکی تاریخی مسائل اور اختلافات کو اچھالا جا رہا ہے قائداعظم کے بعد یہ ملک نوکر شاہی جرنیلوں اور جاگیرداروں کے ہتھے چڑھ گیا جہاں تک جمہوریت کا تعلق ہے تو ستاون سال میں آدھا دور نوکر شاہی اور جاگیرداروں کا دور حکومت ہے تو آدھا فوجی حکومت کا۔ آئین میں مارشل لاء کی سزا سزائے موت ہے۔ پاکستان میں چار مرتبہ مارشل لاء لگ چکا ہے۔ عدالت عظمیٰ و عالیہ قانونِ ضرورت کے مطابق فوجی حکومتوں کو قانونی اور آئینی تحفظ فراہم کرتی آ رہی ہیں۔ مقصود جعفری اپنے کالم "پاکستان کو پاکستان بناؤ" میں لکھتے ہیں:

"صاحبو! اگر پاکستان کو پاکستان بنانا ہے تو اسلامی رواداری میانہ روی عدل وانصاف اور امن و انصاف قائم کرو۔ عسکریت اور آمریت کے بتوں کو پاش پاش کر کے جمہوری معاشرہ قائم کرو تبھی پاکستان پاکستان بنے گا۔"(۱۱)

مقصود جعفری نے "اقبال اور کشمیر" کے موضوع پر کالم لکھ کر کشمیریوں پر ہونے والے مظالم کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے علاوہ اقبال کا کشمیریوں کے بارے میں نقطہ نظر بیان کیا ہے کہ کشمیر ایک افسانوی سرزمین اور خوبصورتی کا نمونہ ہے۔ اس کی برف سے ڈھکی چوٹیاں چاندی کے زرخیز چراگاہیں اور منجمد بادل ہمیشہ شاعروں کی پسند کی حراستی اور کشش ثقل کا مستقل مرکز رہے ہیں۔ کشمیر حیرت کی وادی ہے جہاں دریا بہتے ہیں لہریں ناچتی ہیں۔ پھول کھلتے ہیں بادل جم جاتے ہیں۔ کشمیر نے زین العابدین، بڈشاہ اور غنی کشمیری، نورالدین ولی رشی، حباخاتون، لولا عارف، آزاد اور مہجور جیسے عظیم شاعروں اور حکمرانوں کو تیار کیا۔ ڈاکٹر علامہ اقبال بھی کشمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے آباؤاجداد کشمیری پنڈت تھے۔ اقبال کی کشمیر سے جذباتی وابستگی بالکل فطری تھی۔ انھوں نے کشمیریوں کے درد کو گہرائی سے محسوس کیا۔ اور اپنی روح کو متحرک کرنے اور سوچنے پر مجبور کرنے والی شاعری کے ذریعے مظلوم، محروم، مایوس اور غالب کشمیریوں کو ڈوگرا شکاریوں کے خلاف اٹھنے، بغاوت کرنے اور اجنبی تابع ہونے کی زنجیروں کو توڑنے کی تعلیم دی۔ علامہ

اقبال ایک طرف کشمیر کی خوبصورتی کی تعریف کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف کشمیریوں کی افسوس ناک کہانی پر افسوس کرتے ہیں۔ اقبال سے پہلے وارث شاہ اور میاں محمد بخش جیسے عظیم پنجابی شاعروں نے کشمیر کی قدرتی اور انسانی خوبصورتی کی تعریف کی تھی۔ پنجابی شاعری کے ان جنات کے علاوہ شاہ محمد کرم امرتسری اور ڈاکٹر فقیر محمد نے کشمیریوں پر ہندو جارحیت کے بے رحمانہ طرزِ عمل پر شاعرانہ بیانات میں چیخ چیخ کر کہا ہے۔ جون ۱۹۲۱ء میں اقبال نے کشمیر کا دورہ کیا اور اپنے لیے وادی کی جادوئی خوبصورتی کا مشاہدہ کیا جب اس نے غروبِ آفتاب کو اپنی سنہری اور کرمسن شعاعوں کو مرکری پر جھیل دال کی لہروں کی طرح پھینکتے دیکھا تو وہ خوشی اور بے خودی کے پروں کے ساتھ آسمانی دائروں کی طرف بڑھا اور خوشی سے پکارا۔ دیکھو حوا میں کس طرح شعلہ پانی کے نیچے رہائش پاتا ہے اس کے جسم سے دھول اتارنے کے لیے سورج جھیل ڈال میں غوطہ لگاتا ہے۔ مقصود جعفری نے "Iqbal and Kashmir" کے عنوان سے مضمون میں اقبال کی نظم "ساقی نامہ" کے لبِ لباب کو بہت خوبصورتی سے پیش کیا ہے:

"ساقی نامہ" میں انھوں نے لولاب ویلی کی دل چسپ جیت کو بہت دل کو چھونے والے لہجے میں بیان کیا ہے اپنی نظم میں وہ کشمیر کے صوفیوں اور علماء کی غیر ملکی جارحیت اور غیر فعال اور ضرار کی شدید مذمت کرتے ہیں ان کی رائے تھی کہ یہ صوفی اور عالم دین تقدیر پر یقین رکھتے ہیں اور لوگوں کو غیر فعالی بنا دیا ہے۔ پھر افسوس ناک طور پر وہ نتیجہ اخذ کرتا ہے:

"Hearts should awake by whose morning call.

We seek that a saint in this dead nation."(12)

(۲) معاشرتی کالم

معاشرتی کالم میں معاشرت اور اس کے مسائل پر سنجیدہ گفتگو کی جاتی ہے۔ اس میں عام آدمی کے مسائل اور اس کا حل آسانی سے مل جاتا ہے۔ دورِ جدید میں ہمارا معاشرہ جن مسائل سے دوچار ہے اور ان مسائل کے پیچھے جو محرکات ہیں۔ ان کے بارے میں مکمل معلومات ان کالموں میں مل جاتی ہے۔ ان کالموں کو بڑی حد تک مزاحیہ اور طنزیہ بھی بنا دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے اخبارات سنجیدگی سے کالم لکھ رہے ہیں۔ ان کالموں کو بھی ادب میں شامل کیا جاتا ہے۔

کشور ناہید کا "بلا عنوان" بشریٰ رحمن کا "چادر چار دیواری اور چاندنی" اور مرحومہ پروین شاکر کے "گوشہ چشم" معاشرتی کالم ہیں۔ معاشرتی کالم لکھنے والوں میں ایک بہت بڑا نام مقصود جعفری کا بھی ہے۔ جنہوں نے معاشرتی موضوعات پر لکھا "آدابِ فرزندی" کالم میں انھوں نے والدین کی خدمت اور حقوق سے آگاہ کیا سورۃ لقمان میں بھی والدین کی خدمت کے بارے سخت احکامات کا اعلان ہوا ہے۔ فرمایا گیا: یعنی ہم نے انسان کو ماں کے بارے میں وصیت کی جس نے اسے سخت تکلیف میں جنم دیا اور دو سال تک دودھ پلایا پہلے میرا شکر ادا کرو پھر والدین کا میری ہی طرف رجوع ہے۔ گویا اللہ نے اپنا شکر اور والدین کا شکریہ بجالانا لازم قرار دیا ہے۔ سورۃ بقرہ اور سورۃ اسرائیل میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو کے احکامات نازل ہوئے یعنی جو بھی خرچ کرو اس میں والدین کا حصہ ہے۔ سورۃ النساء، سورۃ الانعام، سورۃ اسراء، سورۃ مریم، سورۃ عنکبوت میں والدین کی خدمت اور حسن سلوک کے واضح احکامات ہیں اسلام میں "آدابِ فرزندی" ایک مستقل مضمون ہے۔ اس بارے میں مقصود جعفری لکھتے ہیں:

"اگر ایسی حالت ہو جائے کہ عدل کی شرائط پر عمل کرتے ہوئے کسی مرد کو ایک سے زیادہ خواتین سے شادی کرنا پڑ جائے تو ہونے والی تمام اولاد کا وہ باپ ہو گا اور ان کی کفالت اس پر

فرض ہے جب کہ ہر فرزند کا یہ فرض ہے کہ وہ والدین کی عزت و خدمت کرے اس کے برعکس اگر ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہوں گے تو باپ کی شناخت نہ ہو گی اور اولاد کو یہ خبر نہ ہو گی کہ ان کا باپ کون ہے؟"(۱۳)

مقصود جعفری نے اپنے کالم میں ایسے معاشرے کی تذلیل کی ہے کہ امریکہ اور یورپ میں ایسا معاشرہ تشکیل دیا جاتا ہے لیکن اسلام میں ایسے معاشرے کی اجازت نہیں دی گی۔ عورت کے ساتھ ایک سے زیادہ مردوں کے جنسی اختلاط سے جنسی بیماریاں جنم لیتی ہیں جو جان لیوا ہیں اگر ایک عورت کے ایک سے زیادہ خاوند ہوں گے تو نان و نفقہ کی ذمہ داری خطرے میں پڑ جائے گی ایسے غیر ذمہ دار اشخاص مغرور ہوتے ہیں۔ افراتفری ہی افراتفری ہو گی آج کے اس غیر اخلاقی معاشرے نے نوجوانوں اور بچوں کو ذہنی مریض بنا دیا ہے۔ مقصود جعفری نے اپنے کالم میں ایسے معاشرے کی سخت تنقید کی وہ لکھتے ہیں کہ:

"آدابِ فرزندی تو بعد کی بات ہے افسوس صد افسوس اس غیر انسانی تہذیب عرب پر اگر یہی تہذیب حاضر کی چکا چوند اور روشنی ہے تو اس پر ہزار لعنت۔"(۱۴)

کائنات کا نظام دو محوروں پر گھوم رہا ہے مادی محور اور روحانی محور، مادی کائنات کا تعلق عام خلق اور روحانی کائنات کا تعلق عالم اَمر سے ہے۔ مثال کے طور پر ہر انسان یا جاندار کی تخلیق کا تعلق عالمِ خلق سے ہے۔ اس کے لیے قدرت کے چند قوانین ہیں۔ بالغ مرد اور عورت کے جنسی اختلاط سے تخلیق انسان ہوتی ہے۔ انسان کی تخلیق بھی مرد کے جرثومے اور عورت کے رحم کے اندر بیضا کے ملاپ سے ہوتی ہے۔ اگر عورت کے رحم میں X اور Y کا ملاپ ہو جائے تو لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ اگر دو XX مل جائیں تو لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ خلیوں کے X اور Y میں اضافہ و کمی کر کے انسان کو مذکر یا مونث بھی رحم مادہ کے اندر تبدیل کیا جا سکتا ہے انسانی تخلیق کے مصنوعی عمل کو آج کی طبی اور سائنسی اصطلاح میں کولوننگ کا عمل کہا جاتا ہے۔ بے بی ٹیوب سے پیدائش کا مصنوعی سلسلہ بھی معرضِ وجود میں آیا ہے۔ مقصود جعفری نے "قدرت کے کرشمے" کالم میں یوں لکھا ہے:

"ماہرین طب رحم مادر سے باہر ایک مخصوص ٹیوب میں کروموزوم کا ملاپ کر کے ٹیوب کو رحم مادہ میں رکھ دیا جاتا ہے اور نو ماہ میں ایک انسانی تخلیق کا وجود ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اگر لڑکی کی خواہش ہو تو دو عدد X اور اگر لڑکے کی خواہش ہو تو X اور Y کا ملاپ کیا جاتا ہے اگر قدرتی عمل میں یا مصنوعی عمل میں X یا Y کروموزوم میں کوئی خرابی یا خلل پیدا ہو جائے تو تیسری صنف یعنی مخنث پیدا ہو جاتا ہے ماہرین اخلاقیات اور علمائے مذاہب نے مصنوعی تخلیق یعنی کلوننگ کی سخت مذمت اور مخالفت کی ہے کیونکہ انسانی جسم کے خلیے سے انسان پیدا کرنا کئی بیماریوں، تباہیوں اور بربادیوں کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔"(۱۵)

قرآنِ مجید میں آیت ہے کہ خلق اور امر اللہ کے لیے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر دنیا کے سارے سائنس دان بھی جمع ہو جائیں تو وہ بقول قرآن مکھی کا ایک پَر بھی تخلیق نہیں کر سکتے ایک ذرہ خاک سے لے کر ایک برگِ گل تک کوئی انسان تخلیق نہیں کر سکتا۔ آپ ساری دنیا کے ماہرین طب اور زراعت کو جمع کر لیں تو وہ سب مل کر بھی ایک جرثومہ یا ایک مالٹا یا ایک آم تخلیق نہیں کر سکتے۔ امری تخلیق کا درجہ مادی تخلیق سے بلند ہے۔ مثلاً روح کا تعلق عالم امر سے ہے۔

مقصود جعفری عزم و حوصلہ کے پرچارک ہیں۔ ان کے بیشتر کالم رجائیت کا عکاس ہیں کالم ''تہذیبوں کا تصادم'' انقلابی فکر کا آئینہ دار ہے۔ اس میں معاشرتی برائیوں پر سخت تنقید ہے۔ اصل میں تہذیبوں کا تصادم نظام کا تصادم ہے۔ یہودی اور عیسائی سرمایہ داروں نے سودی نظام کو تقویت فراہم کرنے کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہے جبکہ امریکہ اور مغرب کے ۹۰ فیصد یہودی اور عیسائی عوام بھی غربت کی چکی میں پس رہے ہیں۔ توریت انجیل اور قرآنِ مجید میں سرمایہ داری نظام کی شدید مذمت کی گئی ہے شاعروں، دانشوروں، ادیبوں، علماء اور صحافیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ سرمایہ داری اور جاگیر داری کے خاتمے کے لیے جدوجہد کریں دوسرا تصادم جو اسلام کا امریکہ اور مغرب سے ہے۔ وہ ثقافتی محاذ ہے۔ پرانی یہودی اور عیسائی تہذیبوں میں شرم وحیا، شرافت و نجابت، محبت و مروت، عدل و انصاف اور جذبہ ایثار و قربانی موجود تھا۔ جبکہ جدید تہذیب مغرب کی بنیاد سرمایہ داری اور خود غرضی پر ہے یہ شراب خوری، زناکاری، اور بے راہ روی کی تہذیب ہے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں گمراہ اور بے راہ ہو کر شراب نوشی منشیات خوری اور زنا کاری کے گہرے گرداب میں پھنس کر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ امریکہ اور مغرب میں سولہ سالہ لڑکے اور لڑکی کو والدین آزاد چھوڑ دیتے ہیں تاکہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھ جائیں۔ قدموں پر تو وہی کھڑا ہو گا جس کے قدموں کے نیچے زمین ہو گی یہ نوجوان گمراہ ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ نسل بوڑھے ماں باپ سے نہ محبت کرتی ہے اور نہ ہی ان کا احترام کرتی ہے۔ بقول مقصود جعفری:

> ''مجھے چند ماہ قبل ایک امریکی خاتون نے بتایا کہ اس کا سوتیلا باپ اس کی عصمت دری کرنے لگا تھا۔ جب اس نے ماں کو بتایا کہ اس نے دست درازی کی لیکن میں رضامند نہ ہوئی تو ماں نے اپنی جنسی لذت کی تکمیل کے لیے خاوند کو تو کچھ نہ کہا البتہ نوجوان لڑکی کو گھر سے باہر نکال دیا۔ ''فاعتبروا یا اولی الابصار'' یہ قیامت کی نشانیاں نہیں تو اور کیا ہے۔''(۱۶)

مقصود جعفری نے معاشرتی کالموں میں معاشرتی برائیوں جیسے ناسور پر سخت تنقید کی ہے کہ آزادی صحافت کے نام پر کیچڑ اچھالنا اور دوسرے مذاہب کے رہنماؤں کی توہین و تضحیک کرنا آزادی نہیں۔ بے راہ روی ہے آپ کی آزادی کی حدود ہیں کسی دوسرے کی ناک تک آپ بازو نہیں لے جاسکتے کسی دوسرے کے ماں باپ کو آپ گالی نہیں دے سکتے اگر ایک شخص یہ کہتا ہے کہ وہ حرامی ہے تو وہ کہہ سکتا ہے لیکن جب وہ کسی دوسرے انسان کو حرامی کہتا ہے تو یہ بات کہنے پر وہ قانون اور اخلاق کی رو سے قابل گرفت ہے۔ اس دور کے عظیم برطانوی مفکر برٹرینڈ رسل لکھتے ہیں کہ آزادی شتر بے مہار کا نام نہیں ہے اس کے آداب اور اطوار ہیں۔ آزادی فلاح و بہبود کا نام ہے۔ مقصود جعفری اپنے کالم ''دو عظیم سانحے'' میں لکھتے ہیں:

> ''آزادی جنگ اور بربادی کا نام نہیں ٹریفک کے اصول بتاتے ہیں کہ آپ اپنی لین (line) میں گاڑی چلانے میں آزاد ہیں اگر آپ نے اپنی گاڑی بغیر کسی ضابطے اور قاعدے کے گاڑی چلا کر دوسروں کی آزادی میں مداخلت کی تو پھر سڑک پر ٹریفک ہموار طریقے سے نہ چل سکے گی بلکہ حادثات کی بدولت ہر طرف موت ہی موت رقص کناں نظر آئے گی۔ زندگی کے لیے قانون اور ضابطوں کا احترام لازمی امر ہے۔''(۱۷)

مقصود جعفری کی کتاب ''Moderate Meditations'' ان کے کالموں تقریروں اور مضامین پر مشتمل ہے۔ جو امریکہ کی مختلف یونیورسٹیوں اور امریکی اخبارات میں شائع ہوئے۔ انھوں نے مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال کیا Bread is'' Bread and Woman is Woman'' کے عنوان سے مضمون میں انھوں نے طبقاتی معاشرے کی خوبصورت عکاسی کی ہے کہ

مذہبی سخت گیروں نے انسانی زندگی کو دکھی بنا دیا ہے۔ وہ نفرت کی ثقافت کو فروغ دیتے ہیں۔ امریکہ میں کچھ سال پہلے گوروں اور کالوں کے قطب الگ تھے۔ وہ مخلوط شادیوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ سیاہ فاموں کے ساتھ بد سلوکی کی گئی۔ وہ کاہلی کی چیزیں تھیں۔ مسٹر براک اوباما کی کتاب جس کا عنوان ہے۔ ''میرے والد سے خواب: نسل اور وراثت کی کہانی'' امریکہ میں سیاہ فاموں کی حالت زار پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ دور حاضر کے انسان کو مارٹن لوتھر کنگ جونیئر کو امریکہ کے تمام شہریوں کی مساوات کے لیے ان کی بے لوث قربانیوں پر سلام کرنا چاہیے۔ ایک سیاہ فام افریقی مسلمان اپنے والد کے طور پر اور ایک سفید فام امریکی عیسائی خاتون کو اپنی ماں کے طور پر رکھتے ہیں۔ یہ امریکی ثقافت کی خوبصورتی ہے کہ یہ کثیر الثقافتی، کثیر نسلی اور کثیر مذہبی گروہوں کو اپنے حصے میں جذب کرتی ہے۔ اگرچہ اب بھی کچھ حلقوں میں نسلی اور مذہبی امتیاز کی کچھ باقیات ہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تمام اندھا دھند آثار سے پاک ریاست کا ہدف حاصل ہو جائے گا۔ مقصود جعفری اپنے کالم میں ہندوستانی معاشرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "Hinduism bases on a class society. The Hindu society is divided into four clases. This social division is the part of their religion. But all enlighted Hindu reformers, politicians, poets and intellectuals have discarded the Indian class society and have rejected racial discrimination. In this regard, the services of Mohatama Gandhi must be praised." (18)

ترجمہ: (ہندو مذہب ایک طبقاتی معاشرے پر مبنی ہے ہندو معاشرہ چار طبقات میں تقسیم ہے۔ یہ معاشرتی تقسیم ان کے مذہب کا حصہ ہے لیکن تمام روشن خیال ہندو اصلاح پسندوں سیاستدانوں شاعروں اور دانشوروں نے ہندوستانی طبقاتی معاشرے کو مسترد کر دیا ہے اور نسلی امتیاز کو مسترد کر دیا ہے اس سلسلے میں مہاتما گاندھی کی خدمات کو سراہا جانا چاہیے۔)

مقصود جعفری نے فیملی آف دی ہارٹ ٹورنٹو کینیڈا میں مقیم دانشوروں کا ایک فورم ہے۔ ان کے بارے میں سیاسی، سماجی اور مذہبی مسائل پر کھلی بحث کی ہے وہاں مختلف نظریات اور عقائد کے لوگ اس میں حصہ لیتے ہیں اور اپنے خیالات کا کھل کر اور آزادانہ اظہار کرتے ہیں لیکن اس میں مسئلہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں کو مذہب یا فلسفہ کا بنیادی علم بھی نہیں ہوتا جو بغیر کسی ٹھوس دلائل کے کچھ انتہائی حساس معاملات پر تبصرہ کرتے ہیں۔ ''مذہب، جنس اور اخلاقیات'' کے موضوع پر دانشوروں نے تبصرے کیے۔ آزاد مفکرین ہونے کی جستجو یا جنون میں کچھ نے اس موضوع پر لکھا جو کافی غیر اہم اور بے بنیاد تھا۔ ایک مبصر نے ایک نئی اصطلاح ایجاد کی جیسے ''اسلامی عصمت دری'' اس اصطلاح سے یہ ملحد مصنف صرف اسلام کو کمزور کرنا چاہتا تھا۔ وہ لکھتے ہیں اسلام میں ایک شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اس کی رضامندی کے بغیر جنسی تعلقات قائم کرے۔ اسلام میں اجتہاد ضروری ہے لیکن اجتہاد کے نام پر آپ نظریہ کے ساتھ نہیں کھیل سکتے یہ حقیقت کو دبانے کے مترادف ہے۔ مقصود جعفری اپنے کالم ''مذہب، جنس اور اخلاقیات'' میں لکھتے ہیں:

> ''بلاشبہ قرآن بیویوں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی فطری خواہشات میں تعاون کریں ان کا احترام کریں لیکن یہ کہیں بھی جبری جنسی تعلقات کی اجازت نہیں دیتا بلکہ یہ شوہروں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ بیویوں کی دیکھ بھال کریں اور ان کا احترام کریں حضرت محمد ﷺ نے ایک حدیث میں کہا ہے کہ اگر کوئی ماں کسی وجہ سے اپنے بچے کو چھاتی سے نہیں کھلانا چاہتی تو شوہر کو

بچے کے دودھ کا بندوبست کرنا چاہیے اور وہ بیوی کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ پھر ایسے انسانی نبی کا مذہب جبری جنسی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔"(۱۹)

مذہبی اخلاقیات اور معاشرتی اخلاقیات ایک دوسرے سے متضاد معاملات نہیں ہیں مذہب، چوری، پشت پناہی، قتل، زنا، ذخیرہ اندوزی، ڈکیتی، ڈاکو، جھوٹ اور حسد کی ممانعت کرتے ہیں۔ تمام سماجی فلسفیوں نے بھی ان سماجی برائیوں کی مذمت کی۔ مذہب ان برائیوں کو گناہوں کے طور پر شمار کرتا ہے اور سماجیات انہیں سماجی برائیوں کے طور پر نامزد کرتی ہے مذاہب محبت، رحمت، انسانیت، شائستگی، رواداری، حکمت، سچائی، تقوی، برابری، قربانی، امن، انصاف اور صبر کی اجازت اور فروغ دیتے ہیں۔ تمام سماجی فلسفیوں نے ان سماجی مثبت اصولوں کی تعریف کی ہے۔ پھر الٰہی اخلاقیات اور معاشرتی اخلاقیات میں کیا فرق ہے؟ یہاں تک کہ ملحد بھی مذکورہ انسانی اقدار پر یقین رکھتے ہیں کچھ لوگ جدیدیت جھوٹی درخواست میں سماجی تانے بانے کو توڑنا چاہتے ہیں۔ وہ انسانوں کو تاریک ڈائیکس اور لعنت کو نبھانے میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روس اور چین جیسے کمیونسٹ ممالک بھی سماجی اخلاقیات پر یقین رکھتے ہیں کوئی معاشرہ چاہے مذہبی ہو یا سیکولر کچھ سماجی، انسانی اور اخلاقی اصولوں کے بغیر نہیں چل سکتا۔ اخلاقیات ضروری ہیں اخلاقیات کے بہت سے پہلو ہیں۔ سیاسی اخلاقیات کو قومی مقصد کے ساتھ خلوص کی ضرورت ہے۔ اگر وہ قوم کو دھوکہ دیتا ہے تو وہ معاشرے میں اپنا مقام کھو دیتا ہے سیاسی اخلاقیات کے علاوہ معاشی اخلاقیات کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ کوئی معاشرہ لوٹ مار، بلیک مارکیٹنگ، ذخیرہ اندوزی، منی لانڈرنگ اور زنا کی اجازت نہیں دیتا۔ مقصود جعفری اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"تمام مذاہب میں زنا ممنوع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی دوسرے شخص کی بیوی کے ساتھ جماع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ کسی کے ساتھ سماجی معاہدے میں ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ خاتون کسی ایسے شخص کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرتی ہے۔ جو اس کا شوہر نہیں ہے تو وہ سماجی معاہدے کی خلاف ورزی کرتی ہے اور سزا کی ذمہ دار ہے۔"(۲۰)

(۳) مذہبی کالم

کائنات کا وجود لامحالہ ایک حیرت انگیز اور فکر انگیز اچنبھا ہے جسے انسانی آنکھ تہ بہ تہ دیکھ رہی ہے اور جس کی جڑیں پاتال سے بھی زیادہ گہری یا یوں کہ سکتے ہیں اسفل السافلین سے بھی زیادہ دور اور آسمانوں کی حدود بے پایاں سے بھی زیادہ اونچی ہیں انسان جو مٹی، پانی، آگ اور ہوا سے مل کر بنا ہے دماغ کی وسعت کے تابع ہے انسان کو زمین پر زندگی گزارنے کی ایک چین مہیا کی گئی ہے۔ جس میں سب سے پہلا نمبر مذہب کا ہے۔ مذہب انسان کو وہ تمام خصائل وعادات اور اعمال واحکامات سکھاتا ہے جس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا نہیں ہوتا۔ اس میں تمام مسائل کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کیا جاتا ہے۔ دینی کتب کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام کی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان سب باتوں کو بتانے کے لیے کالم نگار کا اندازِ بیاں بھی بہت اچھا ہونا چاہیے۔ جو قاری کو جسم اور دماغ کے ساتھ ساتھ روحانی سکون بھی دے۔ اس طرح کے پڑھنے والے پر مذہبی گرہیں کھلتی ہیں اور وہ زندگی کے شعور سے حظ اٹھاتا ہے اس سلسلے میں روزنامہ "خبریں" میں ابو انجم برلاس "روشنی" "نوائے وقت" میں عبد الرشید نور بصیرت لکھتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ مذہبی کالم لکھنے والوں میں صوفی برکت علی لدھیانوی، پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری شامل ہیں۔ آج کل یہ کالم "روزنامہ

دنیا" میں علامہ ابتسام الٰہی "دین سے دنیا تک" کے عنوان سے لکھ رہے ہیں۔ اس کالم کی غرض و غایت کے حوالے سے عبد السلام خورشید لکھتے ہیں:

> "اس کالم کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کو روحانی غذا مہیا کی جائے انہیں نیکی، تقویٰ اور پاکیزہ زندگی کی طرف راغب کیا جائے انہیں بتایا جائے کہ اس مادی دور میں مشکلات ذہن میں جو کھچاؤ اور کشمکش پیدا کرتی ہیں اسے دور کرنے اور سکون حاصل کرنے کے لیے وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات سے کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ظاہر ہے ایسا کالم لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے دین پر عبور حاصل ہو۔ اس نے قرآن اور احادیث اور دوسری اسلامی کتب کا گہرا مطالعہ کیا ہو اور اسے تاریخ سے بھی مکمل آگاہی ہو۔"(۲۱)

عصرِ رواں کے معروف شاعر، ادیب، دانشور پروفیسر مقصود جعفری شعائر اسلام کے پرچارک ہیں ان کے ہاں اسلامی اقدار سی اقدار ہیں۔ وہ احترام آدمیت کے داعی ہیں۔ خود خودی خدا اور خدائی کے موضوعات اور گوناگوں رنگ مقصود جعفری کے شعر و نثر میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ جب مخلوق کا خالق کے ساتھ ایک خاص تعلق استوار ہو جائے تو خالق مخلوق کو اپنے مقربین کا قربِ خاص ودیعت کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ مقصود جعفری بھی باب العلم کی دہلیز پر سر جھکائے مستفیض ہو رہے اور پیہم عرفان حاصل کر رہے ہیں درِ نجف سے عرفان عطا ہو جائے تو تقریر و تحریر، شعر و نثر اور گفتار و کردار میں تاثیر دَر آتی ہے۔ جو قلوب کو تسخیر کرتی چلی جاتی ہے۔ مقصود جعفری کو اللہ کے مقربین کی یاد ذکر اور عشق نصیب ہوا ہے یہ ذکر یہ درد متاع حیات ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں امن و امان، عدل و انصاف، مساوات و مروت، محبت وایثار اور انسانیت کا بول بولا ہو۔ انسانی اقدار کی فتح ہو۔ آمریت کی بجائے جمہوریت، غلامی کی بجائے آزادی اور ظلم و ستم کی بجائے امن وانصاف ہو۔ گویا فطرت انسان میں خدا نے مثبت اقدار رکھ دی ہیں اگر کوئی ان کا منفی استعمال کرے تو وہ فطرت کے تقاضوں سے جنگ کر کے قانون فطرت کا مجرم ہے۔ جنسی جذبات انسان کی فطرت کا حصہ ہیں۔ ان جذبات کو کچلنا اور صبر کے نام پر فطری جذبات کا گلہ گھوٹنا غیر فطری عمل ہے۔ جنسی جذبات کا غلط استعمال یا جنسی بے راہ روی منفی عمل ہے۔ ان جذبات کا مثبت استعمال فطری عمل ہے جسے ہر مذہب نے جائز قرار دیا ہے۔ "اسلام میں جنسی مسائل کا حل" کالم میں مقصود جعفری لکھتے ہیں:

> "ہندو قوم کی کتابوں میں جنسیات پر بہت معلومات ملتی ہیں پرند اور چرند بھی جنسی خواہشات رکھتے ہیں۔ ہندومت میں تنتر فلاسفی کی روشنی میں اگر جنسی خواہشات کو دبا دیا جائے تو انسان جسمانی اور ذہنی مریض بن جاتا ہے۔ ان ہندو حکماء کے مطابق روحانی ترقی کے لیے جنسی اختلاط بے حد ضروری ہے۔ ہندو جنسی ادبیات میں "کاماسوتر" کا خاصا مقام ہے بعض مندروں میں مرد اور عورت کے جنسی اعضاء کی پرستش کی جاتی ہے۔ جس کا مقصد یہ حقیقت عیاں کرنا ہے کہ جنسی خواہشات کی تکمیل عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔"(۲۲)

حقیقت یہ ہے کہ خدا کی معرفت کے لیے تین ذرائع ہیں کائنات جسم اور روح۔ سورۃ رحمان میں کائنات اور خصوصاً شمس وقمر کا ذکر کر کے جمادات اور نباتات کے رموز کے تذکرے کے بعد بار بار ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ فبای الاربکما تکذبان۔ یعنی ''اے انسانو اور جنات تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے'' جسم کی ساخت اور جسمانی تقاضے بھی معرفت و ادراک پروردگار کے آئینہ دار ہیں۔ نفس اور روح کی بالیدگی اور پیچیدگیاں بھی معرفت خدا کے سرچشمے ہیں۔ قرآنِ مجید میں واضح الفاظ میں ارشاد ہے: نکاح کرو اور جنسی اختلاط کرو۔ حدیث رسول ﷺ ہے ''النکاح سنتی من رغب عن النستی فلیس منی'' یعنی ''نکاح میری سنت ہے اور جس نے اس سے انحراف کیا وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔'' ایک اور حدیث میں ارشاد ہے: ''مجھے نماز خوشبو اور عورت سے رغبت ہے'' یہ بھی حدیث رسول ﷺ ہے کہ شادی اور جنازے میں تاخیر نہ کرو۔ فطری تقاضوں کو حالات سازگار نہ ہونے کی بدولت دبائے رکھنا غیر اسلامی اور غیر فطری فعل ہے۔ مقصود جعفری اپنے کالم میں لکھتے ہیں:

> ''بعض جدید مفکرین اسلام کی رائے ہے کہ مسلم ممالک میں تعلیم کے دوران اور حصول روزگار تک نوجوان لڑکے اور لڑکیاں شادی نہیں کرتے بلکہ عشق بازی یا فحاشی کا شکار رہتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نوجوان طلباء اور طالبات نکاح کر لیں اور جب برسر روزگار ہوں تو اولاد کو جنم دیں اس وقت تک خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کریں۔ گناہوں سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ جنسی خواہشات جو فطری تقاضا ہیں انہیں شریعت اسلامیہ کے تحت حل کیا جائے تاکہ معاشرہ گناہوں سے پاک ہو سکے۔''(۲۳)

سیکولرازم کے لغوی معنی لادینیت کے نہیں ہیں مثال کے طور پر ہندوستان کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک سیکولر ملک ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہاں تمام مذاہب کا احترام کیا جاتا ہے اور ہر شخص اپنے عقیدے اور مذہب کے مطابق زندگی گزارنے میں آزاد ہے لیکن کیا ہندوستان میں تمام مذاہب کا احترام ہے۔ ہندوستان کا لفظ خود ہی یہ بتا رہا ہے کہ یہ ہندوؤں کا ملک ہے بابری مسجد کا انہدام گجرات میں ہندو حکومت کی زیر نگرانی مسلمانوں کا قتل عام، گاؤ ذبح کرنے پر ہزاروں مسلمانوں کا بے دریغ قتل، ہندوستان کے سیکولرازم کے دعویٰ کی نفی کرتا ہے۔ پاکستان کی تخلیق دو قومی نظریہ پر ہوئی۔ پاکستان کے سیکولر اور آزاد منش لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پاکستان دو قومی نظریہ پر نہیں بلکہ غریب عوام کی معاشی حالت سدھارنے کے لیے بنا تھا یہ لوگ اشتراکی فکر کے حامل ہیں اور یہ اسلام کے نام پر چڑھاتے ہیں۔ ان کا استدلال بھی وزن رکھتا ہے اور ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ پاکستان عامۃ الناس کی سیاسی آزادی اور معاشی مساوات کے لیے بنا تھا۔ ۱۸۸۸ء میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کی بنیاد انگریزی لارڈ ہیوم نے رکھی اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی زعماء کا انگریز حکومت سے مثبت اور مفید رابطہ رہے۔ قائداعظم بھی کانگریس کے رکن تھے۔ مقصود جعفری ''سیکولر اور مذہبی جماعتیں ایک جائزہ'' کے عنوان سے کالم میں لکھتے ہیں:

> ''۱۱۔ اگست ۱۹۴۸ء کو تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا کہ پاکستان میں اسلامی حکومت ہے نہ کہ مذہبی پیشواؤں کی حکومت۔ قائداعظم نے ملایت کی یکسر نفی کر دی تھی انہوں نے فرمایا کہ پاکستان کا دستور قرآنِ مجید ہے۔ یہاں ہر شخص کو مذہبی آزادی ہے۔ کوئی مسجد میں جائے کوئی کلیسا میں یا کوئی مندر میں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنایا گیا وہ بھی درست

کہتے ہیں۔ اسلام تمام انسانی حقوق کا ضامن ہے۔ آج کل انگریزی زبان میں سیکولرازم کے بجائے "مذہبی اشتراک" کی اصطلاح استعمال ہو رہی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ تمام ادیانِ عالم میں باہمی چپقلش کے بجائے باہمی احترام اور اشتراک پیدا کیا جائے۔ قرآنِ مجید نے "لکم دینکم ولی دین" یعنی تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین کہہ کر احترام مذاہب کا درس دیا۔ قرآنِ مجید میں یہ بھی ارشاد ہوا "لا اکراہ فی الدین" یعنی دین میں کوئی جبر نہیں۔"(۲۴)

دنیا ایک لٹکن (Pendulum) کے مانند ہیں جو دو انتہاؤں کے درمیان لٹکتی رہتی ہے اور کبھی ایک انتہا اور کبھی دوسری انتہا سے ٹکراتی ہے۔ مشرق اور مغرب بھی دو انتہائیں ہیں۔ مشرق کمیونزم یعنی دہریت، فسطائیت اور اشتراکیت کی زد میں ہے۔ جس کا میر کارواں روس ہے۔ مغرب سرمایہ دارانہ جمہوریت، سرمایہ دارانہ معاشرت، معاشیات اور تثلیث کا شکار ہے امریکہ ان ممالک کا سرخیل ہے۔ درمیان میں مسلم ممالک لٹک رہے ہیں۔ یہ ملوکیت، ملائیت، فرقہ واریت اور جاگیرداری نظام کی زد میں ہیں۔ پوری دنیا نظام اعتدال اور نظام توازن سے محروم ہے۔ اسلام نے اعلان کیا تھا کہ "کل امور اوسطھا" میانہ روی ہی بہترین حالت امور ہے۔" قرآنِ مجید نے انتہا پسندی اور تعصب کی ممانعت کرتے ہوئے میانہ روی کا بار بار درس دیا۔ مگر مسلمانوں نے اجتہاد کے دروازے بند کر دیے اور صدیوں سے تقلید پر عمل پیرا رہتے ہوئے رجعت پرستی کا اظہار کیا آج مسلمان معاشرے دو انتہاؤں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ ایک کو ہم مغرب زدہ تو دوسرے کو قدامت پرست ملا کہہ سکتے ہیں۔ مغربی تہذیب کے دلدادہ حضرات اسلام کو نئے لباس میں پیش کرنے کی ناپاک جسارت میں مصروف ہیں۔ بقول اقبال:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا(۲۵)

دوسرے وہ لوگ ہیں جو قرآنی علوم سے بہرہ مند نہیں ہیں ان کا سطحی علم ہے۔ یہ انگریزی زبان اور فلسفہ سے متاثر ہیں۔ یہ لوگ دین میں بدعت اور خباثت کو شامل کر کے ایک نیا دین ایجاد کرنے میں مصروف ہیں۔ جو لوگ جدیدیت اور مغربیت کا شکار ہیں۔ وہ مجتہدین نہیں بلکہ ملحدین ہیں۔ دوسری جانب کم نظر اور رجعت پرست مولویوں کا ٹولہ ہے۔ یہ لوگ تاریخی تنازعات مسلکی اعتقادات اور فقہی اختلافات کا شکار ہیں۔ یہ دین میں نئے زمانوں کے مطابق اجتہاد سے عاری ہیں۔ تاریخ عرب میں مرقوم ہے کہ عرب کی بازاری اور بدقماش عورتیں جب گھروں سے باہر نکلتیں تو وہ حجاب نہ کرتیں اور ایسا لباس پہنتیں جس سے عریانیت ہوتی اور وہ گاہکوں کو دعوتِ گناہ دیتیں ایسے حالات میں خواتین امت کو حجاب کا حکم دیا گیا۔ قرآنِ مجید میں سورۃ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں پردے کے بارے میں یہ الفاظ درج ہیں اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ مگر جو حصہ اس میں کھلا ہو اور اپنے سینوں پر چادریں اوڑھے رہا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ "دو انتہائیں" کے عنوان سے کالم میں مقصود جعفری لکھتے ہیں:

"مولانا مودودیؒ اپنی کتاب "پردہ اور تفہیم اسلام" میں عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے نقاب و حجاب کے قائل نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ تمام اعضاء کا پردہ واجب ہے استاد مرتضیٰ مطہری شہید اپنی کتاب "حجاب در اسلام" میں عورت کے چہرے اور ہاتھوں کے پردے کے قائل ہیں حج کے موقع پر بھی عورتوں کو چہرے بے حجاب رکھنے کی اجازت ہے۔ جو دراصل حجاب زن کی عمل

تصویر و تفسیر ہے۔ عورتوں کے سر پر اسکارف یا دوپٹے کے بھی احکامات ہیں لیکن بعض جدید دانشوروں کی رائے میں سر پر اسکارف ہونا یا نہ ہونا کوئی سنجیدہ اسلامی مسئلہ نہیں ہے۔"(۲۶)

مقصود جعفری "دو انتہاؤں" کا خاتمہ چاہتے ہیں کہ آج ہمیں اس امر کی ضرورت ہے کہ کفر کے فتوؤں کی فیکٹریاں بند کی جائیں۔ فرقہ واریت اور انتہا پسندی کا خاتمہ کیا جائے۔ اسلام کی عقلی استدلالی اور عملی تفسیر کر کے دین حقیقی پیش کیا جائے "دو انتہاؤں" کو خیر باد کہہ کر راہِ اعتدال اور میانہ روی کو اپنایا جائے اور ہر مسئلے کا حل تلاش کیا جائے جمہوریت، مساوات اور آزادی اسلام ہے ملوکیت، آمریت، ملائیت، سرمایہ داری، فرقہ واریت اور جاگیر داری کفر ہے۔ مقصود جعفری کے نزدیک ہر مسئلے کا حل قرآنِ مجید میں ہے۔ یہ ایک نازل شدہ کتاب ہے۔ جس میں دل کش انداز اور عالم گیر پیغام کی حمایت کی گئی ہے۔ قرآن کا پیغام فطری، انسانی عالم گیر، ترقی پسند، انقلابی اور عقلی ہے۔ قرآن کے ساتھ المیہ یہ ہے کہ مسلمان اسے پڑھتے نہیں اور غیر مسلم اسے سمجھتے نہیں۔ علماء اسے عوام کو استحصال کرنے اور ان کے فرقے کے مطابق معنی اخذ کرنے کے لیے پڑھتے ہیں۔ قرآن کا پیغام تمام نسلوں کے لیے ہے یہ تمام مومنین کو مخاطب کرتا ہے۔ اس کے بنیادی احکامات اور اصول تمام قوموں کے لیے ہیں۔ یہ تمام انسانوں کو خدا کی طرف بلاتا ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ پکارو اور ان کے ساتھ بہترین انداز میں مکالمے کرو، یہ مختلف عقائد کے مابین ہم آہنگی کا پیش خیمہ ہے۔ اس میں اخلاقی، روحانی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی قوانین کو انتہائی واضح انداز میں نافذ کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں کوئی ابہام نہیں ہے۔ قرآن کے قوانین کو شریعت کہا جاتا ہے۔ مقصود جعفری اپنے کالم "قرآن کا پیغام" (Message of the Quran) میں لکھتے ہیں:

"قرآن مجید مستقل قوانین ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ تبدیل نہیں ہو سکتا وہ اسلام کی عمارت کی جڑیں اور ستون ہیں وہ معاشرتی اصول ہیں فرض کریں قرآن چوری، زنا، قتل، رشوت، جھوٹ، کمر کاٹنے، اسمگلنگ، فحاشی اور عریانی پر پابندی عائد کرتا ہے یہ بنیادی مثبت اقدار ہیں کوئی شخص ان آفاقی انسانی اصولوں کو مسترد نہیں کر سکتا۔"(۲۷)

مقصود جعفری نے اپنے کالمز میں مذہبی موضوعات پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کے مطابق قرآنِ مجید کی فضیلت کا تصور نہ صرف دعائیں ہیں بلکہ نیک اعمال بھی ہیں۔ اعمال دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اچھے اور بُرے اعمال۔ جو کچھ انسانیت کو فائدہ دیتا ہے وہ اچھا کام ہے۔ اور جو کچھ انسانوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ ایک بُرا کام ہے۔ نیک اعمال کرنے والے افراد کو خالص اور متقی کردار کے ساتھ مثبت روح کہا جاتا ہے۔ مثبت اعمال خوبیاں ہیں اور منفی اعمال برائیاں۔ قرآن میں انصاف، امن انسانیت مساوات، قربانی، معافی، ایمانداری، وفاداری اور بھائی چارے کو خوبیاں سمجھا جاتا ہے۔ اسلام متوازن، عظیم، پُر امن اور ترقی پسند معاشرے کی تعمیر کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں ناانصافی کی گنجائش نہیں۔ اسلام کا مقصد حقوق اللہ اور حقوق العباد دو نکات ہیں۔ قرآن میں شرک کو سب سے بڑا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہمیں انصاف کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ یہ معجزہ ہے جو ہمیں چند الفاظ میں ہدایت دیتا ہے۔ مقصود جعفری لکھتے ہیں:

"باب "شورہ" میں قرآن جمہوری اصولوں کی تاکید کرتا ہے قرآن بادشاہت کی مذمت کرتا ہے اور جمہوریت کو فروغ دیتا ہے جہاں تک معاشرتی انصاف اور معاشی انصاف پر غور کیا جاتا ہے قرآن معاشی برابری کی تاکید کرتا ہے۔"(۲۸)

(۴) ادبی کالم

ادبی کالم میں جیسا کہ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے ادب پر گفت گو ہوتی ہے اس میں خصوص بالخصوص ادب، ادبی تحریکوں، اصنافِ ادب اور محرکاتِ ادب پر بحث کی جاتی ہے۔ ان میں بعض اوقات اصنافِ ادب پر تحقیق و تنقید بھی سامنے آتی ہے۔ جسے ادباء "اس سراپا ناز کا شیوہ" سمجھ کر ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے ہیں۔ ان کالموں میں اصنافِ سخن کے تمام فکری و تنقیدی زاویوں پر گفتگو ہوتی ہے۔ ادبی کالم ادب سے متعلق کسی کتاب یا کسی تحریر پر لکھا جاتا ہے اس میں ادب سے متعلقہ مسائل کو بھی ادبی انداز میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ وحید الرحمن ادبی کالم کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ادبی کالم سے مراد اخبار میں شائع ہونے والی وہ بے ساختہ تحریر ہے جس کا موضوع سراسر ادبی ہو ظاہر ہے کہ موضوع کے ساتھ ساتھ اس کا اسلوب بھی ادیبانہ ہونا چاہیے ادبی سلوب اور ادبی موضوع کے امتزاج و اشتراک سے جو تحریر وجود میں آتی ہیں انھیں صحافت نہیں ادب کا حصہ شمار کرنا چاہیے۔"(۲۹)

اس قسم کے کالم لکھنے والوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ انتظار حسین کے "ذرے" مرزا ادیب کا "میرا کالم" عطا الحق قاسمی کا "روزنِ دیوار" سے جمیل الدین عالی کا "صدا کر چلے دُعا کر چلے" امجد اسلام کا "چشم تماشا" اور زاہدہ حنا کا "گہر ہونے تک" شامل ہے۔

پروفیسر مقصود جعفری کے ہاں خوبصورت علمی و ادبی، معاشرتی، دینی اور سیاسی کالمز پر مشتمل مجموعے ہیں۔ انھوں نے اچھوتے اور نئے مضامین تراشے ہیں۔ اختصار اور جامعیت ایسے محاسن ان کے کلام پر دال ہیں۔ ان کے ہاں نادر تلازمے ہیں۔ ان کی فکر و فن یکسر متصل ہے۔ فکر و فن بین بین چلتے ہیں۔ یہ اتصال قاری کے جذبات کو خوب مہمیز کرتا ہے۔ دنیائے ادب میں "چراغ افکار" کا اضافہ سعید اور قابلِ تقلید ہے جس میں مختلف موضوعات پر مشتمل کالمز ہیں۔ مقصود جعفری نے ادبی کالمز میں منفرد پہلوؤں کو تراشا ہے۔

تپش کو ئلوں سے نہیں انگاروں سے ملتی ہے۔ خوشبو کاغذی پھولوں میں نہیں بلکہ اصلی پھولوں میں ہوتی ہے۔ روشنی سورج سے اور چاندنی چاند سے ملتی ہے۔ اسی طرح لذت اصلی اور فطری شعر کی دین ہے۔ جعلی، مصنوعی، نقلی اور غیر فطری شاعری چشم بینا نہیں بلکہ چشم نرگس ہے جو نہ دیکھے نہ دکھا سکے۔ یہ کُور چشم اور مردہ قلب کی نگاری اور زناری ہے۔ کیا سبب ہے کہ آج انگریزی ادب میں ولیم ورڈزورتھ اور ولیم شیکسپیئر کے پلے کے شاعر نظر نہیں آتے۔ عربی زبان میں فرزدق اور مقری عنقا ہو گے نہ کہیں ہومر اور نہ کہیں ورجل نظر آتا ہے۔ فارسی زبان حافظ و سعدی اور فردوسی و خیال کو ترس رہی ہے۔ اُردو پکار رہی ہے۔ میر و غالب اور انیس واقبال کدھر گئے۔ صاحبو! آخر کیا وجہ ہے کہ دنیائے ادب بے ادب ہو رہی ہے۔ جذبات سرد ہو گئے ہیں۔ افکار و نظریات کے بپھرے ہوئے دریا پُر سکون ہو گئے۔ وفا و مہر کے چراغ گل ہو گے۔ ہر سمت بے راہ روی، خود غرضی، بے وفائی اور بے اعتنائی نے جھنڈے گاڑ دیئے، مادہ پرستی نے انسانوں کو بے ضمیر اور بے شعور بنا دیا۔ فکر انسان چالاک تو ہو گی مگر بے باک نہ رہی۔ حق گوئی ناپید اور چاپلوسی کے دریا موجزن ہیں۔ سیلاب کی طرح امڈتے ہوئے جذبات جو شاعری کا خاصہ تھے۔ آج خشک صحرا میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ وہ شاعری جسے پڑھ کر دل کا بوجھ ہلکا ہوتا تھا۔ آنکھیں آنسوؤں سے باوضو ہو جاتی تھیں اور یوں محسوس ہوتا تھا۔ کہ دل کا کانٹا نکل گیا۔ یہی وہ کیفیت تھی جسے مشہور یونانی فلسفی ارسطو نے کیتھارس کا نام دیا تھا۔ مگر اب کو صورتِ حال یہ ہے کہ شاعری پڑھ کر لفظ ٹھاہ زینت زباں بنتا ہے۔ افسوس اب شاعری میں نہ آہ رہی نہ واہ رہی۔ اور اگر کچھ باقی رہ گیا تو وہ "بابا" اور "ہو ہو" رہ گیا ہے۔ ہمارا عہد

رواروی اور دربدری کا عہد ہے۔ اس دور میں خالص جذبات اور سچائیوں کی جگہ منافقت کا دور دورہ ہے۔ یہ غمِ جان یا غمِ جاناں کا نہیں بلکہ غمِ روزگار کا زمانہ ہے۔ مقصود جعفری "زوال شاعری" کے عنوان سے کالم میں لکھتے ہیں:

> "شاعرِ فطرت ورڈزورتھ کے نزدیک شاعری جذبات کے سیلِ رواں کا نام ہے۔ میتھو آرنلڈ اسے زندگی کا عکاس گردانتے ہیں۔ علامہ اقبال شاعری کو آدم گری قرار دیتے ہیں۔ شاعری برائے شاعری یا شاعری برائے زندگی کی بحث سے الگ رہتے ہوئے میں یہ عرض کروں گا کہ اچھی شاعری وہ ہے جو سلیس زبان میں ترنم کی لہروں پر بہتی ہوئی احساسات و جذبات اور زندگی کے حقائق کو شدت سے بیان کر دے۔"(۳۰)

حدیث رسول ہے کہ مرنے والے کے لیے تین چیزیں باعثِ رحمت ہیں۔ صدقہ جاریہ، علم نافع اور اولادِ صالح۔ بات چونکہ حکایات کی ہو رہی ہیں اس لیے مقصود و مدعائے تحریر یہ ہے کہ جو لوگ ایسا علم چھوڑ جائیں جس سے آنے والی نسلوں کی رہبری ہو اور انھیں اندھیروں میں روشنی کی کرن ملے تو وہ لوگ ہی حکیم الٰہی اور مفکرین انسانیت ہیں۔ قرآن و حدیث کے بعد حضرت علیؑ کی نہج البالغہ علم و معرفت کا خزینہ ہے۔

گلستان سعدی اور بوستانِ سعدی روحانیت و اخلاقیات کے علاوہ زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہیں۔ داتا گنج بخش کی "کشف المحجوب" تصوف و عرفان کا بے بہا خزانہ ہے۔ شیخ عطار کی مرقوم حکایات "منطق الطیر" سرمایہ دانش و بینش ہیں۔ اے کاش آج ہماری مغرب زدہ نسل سائنس اور ٹیکنالوجی کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کے علمی و ادبی خزانوں سے بھی اکتساب کرے۔ جو لوگ دنیا میں مذہبی متاخرت اور فرقہ وارانہ تعلیم پھیلا رہے ہیں۔ یہ انسانیت کے دشمن ہیں یہ علم نافع پھیلانے کے بجائے فکر شر پھیلا کر انسانیت کا مستقبل تاریک کر رہے ہیں۔ مقصود جعفری لکھتے ہیں:

> "میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر افسانوں میں حقیقت کا رنگ ہو تو وہ سچائی اور زندگی کے قریب ہو کر ذہنوں پر مثبت اور مفید اثرات ڈالتے ہیں اور اگر حقیقت کو بھی افسانوی رنگ دے دیا جائے تو ادب کی تخلیق مفروضات، واہمات طلسمات اور واہیات کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ راہبوں، پنڈتوں، پادریوں، مولویوں اور صوفیوں نے مذہب کو حقیقت سے جدا کر کے افسانوی رنگ دے دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب ابہام اور افسون و افسانہ بن گئے ہیں حور و غلمان کی حرص اور جنت کے تصور نے عملی زندگی سے مذہبی لوگوں کو دور کر دیا ہے اور اسی وجہ سے مادہ پرست اور دہریئے پیدا ہوئے۔"(۳۱)

ادب میں حقیقت کو افسانوی رنگ دینا اسے نکھارتا اور سنوارتا ہے۔ محبت کی تلخیوں کو الفاظ کے شیریں لبادے پہنانا اسے جاوداں بنا دیتا ہے جب کہ زندگی کے حقائق اور مذہب کے مسائل کو افسانوی رنگ دینے سے انسان گمراہ ہوتا ہے اور کارل مارکس کو یہ کہنے کا جواز ملتا ہے کہ مذہب افیون ہے حالانکہ ایسی بات نہیں مذہب تو درس انسانیت ہے کم عقلوں کو ذرے سے آفتاب بنا

دیتا ہے۔ مقصود جعفری کے کالموں کے موضوعات اور تہذیبی صورتِ حال عصرِ حاضر کی فضا کی عکاس ہیں۔ ان کے کالمز میں موضوعاتی حوالے سے تنوع اور بوقلمونی پائی جاتی ہے۔ انھوں نے کائنات کے مسائل کو ہنر مندی سے اپنے کالمز کا حصہ بنایا ہے۔ ان کی سوچ و فکر میں انتشار نہیں بلکہ وحدت و جامعیت پائی جاتی ہے۔ بے مقصد نعرہ بازی نہیں کی بلکہ عمل پر توجہ دی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مقصود جعفری، پروفیسر، جبرِ مسلسل، اسلام آباد، پاک میڈیا فاؤنڈیشن، ۲۰۱۵ء، ص:۱۳

۲۔ ایضاً، ص:۱۴

۳۔ ایضاً، ص:۴۲

۴۔ ایضاً، ص:۴۲

۵۔ ایضاً، ص:۱۴

۶۔ ایضاً، ص:6

۷۔ مقصود جعفری، پروفیسر، چراغ افکار، راولپنڈی، ایس ٹی پرنٹرز، ۲۰۰۸ء، ص:۶۹

۸۔ مقصود جعفری، پروفیسر، چراغ افکار، ص:5

۹۔ مقصود جعفری، پروفیسر، جبرِ مسلسل، ص:۴۲

۱۰۔ مقصود جعفری، پروفیسر، چراغ افکار، ص:۳۸۵

۱۱۔ ایضاً، ص:۴۲۷

۱۲۔ مقصود جعفری، پروفیسر، Moderate Meditations، راولپنڈی، ایس ٹی پرنٹرز، ۲۰۱۵ء، ص:۹۸

۱۳۔ مقصود جعفری، پروفیسر، چراغ افکار، ص:۴۱۰

۱۴۔ ایضاً، ص:۴۱۱

۱۵۔ ایضاً، ص:۸۶

۱۶۔ ایضاً، ص:۶۲

۱۷۔ ایضاً، ص:۱۷۷

۱۸۔ مقصود جعفری، پروفیسر، Moderate Meditations، ص:۵۴

۱۹۔ ایضاً، ص:۱۷۰

۲۰۔ ایضاً، ص:۱۷۲

۲۱۔ عبدالسلام خورشید، ڈاکٹر، فن صحافت، لاہور، مکتبہ کاروان، ۱۹۹۸ء، ص:۱۸۸

۲۲۔ مقصود جعفری، پروفیسر، چراغ افکار، ص:۲۳۳

۲۳۔ ایضاً، ص:۲۳۷

۲۴۔ ایضاً، ص:۲۴۲

۲۵۔ ایضاً، ص:۲۴۳

۲۶۔ ایضاً، ص:۲۴۶

۲۷۔ مقصود جعفری، پروفیسر، Moderate Meditations، ص:۱۴۸

۲۸۔ ایضاً، ص:۱۵۰

۲۹۔ وحید الرحمٰن خان، ڈاکٹر، خامہ بگوش ایک مطالعہ، کراچی، اکادمی بازیافت، ۲۰۰۴ء، ص:۱۸

۳۰۔ مقصود جعفری، پروفیسر، چراغ افکار، ص:۱۹۱

۳۱۔ ایضاً، ص:۱۴۹

References in Roman Script:

1. Maqsood Jafari, Professor, Jabr-e-Musalsal, Islamabad,Pak Media Foundation, 2015, p.13
2. Ibid, p.14
3. Ibid, p. 42
4. Ibid, p. 42
5. Ibid, p.14
6. Ibid, p. 6
7. Maqsood Jafari, Professor, Chirag-e-Afkar, Rawalpindi, ST Printers, 2008, p:69
8. Maqsood Jafari, Professor, Chirag-e-Afkar, p.5
9. Maqsood Jafari, Professor, Jabr-e-Mussalt, p.42
10. Maqsood Jafari, Professor, Chirag-e-Afkar, p.385
11. Ibid, p.427
12. Maqsood Jafri, Professor, Moderate Meditations, Rawalpindi, ST Printers, 2015, p:98
13. Maqsood Jafari, Professor, Chirag-e-Afkar, p: 410
14. Ibid, p.411
15. Ibid, p.86
16. Ibid, p.62
17. Ibid, p.77
18. Maqsood Jafri, Professor, Moderate Meditations, p: 54
19. Ibid, p.170
20. Ibid, p.72
21. Abdul Salam Khurshid, Dr., Fun-e-Sahaft, Lahore, Maktaba Karwan, 1998, p.188
22. Maqsood Jafari, Professor, Chirag-e-Afkar, p.233
23. Ibid, p.237
24. Ibid, p.242
25. Ibid, p.243
26. Ibid, p.246
27. Maqsood Jafari, Professor, Moderate Meditations, p. 148
28. Ibid, p.150
29. Waheed Ur Rehman Khan, Dr., Khama Bagosh Aik Mutala, Karachi, Academy Bazyaft, 2004, p:18
30. Maqsood Jafari, Professor, Chirag-e-Afkar, p. 191
31. Ibid, p.149